19

خدا تعالیٰ کے رنگ کو اختیار کرو اور اُس کا رنگ یہ ہے کہ وہ جو کہتا ہے اُسے پورا کر کے چھوڑتا ہے

(فرمودہ 7 ستمبر 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلا ہفتہ تحریک جدید کا ہفتہ تھا۔ اتوار کے دن ساری احمدی جماعتوں یا اکثر جماعتوں نے اپنی اپنی جگہ جلسے کیے اور تحریک جدید کے مختلف مقاصد کے متعلق لیکچر دیئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان جلسوں سے وہ عُقدہ حل ہو گیا جس کے حل کی فکر میں ہم تھے؟ کیا ان جلسوں کی وجہ سے جماعت میں بیداری پیدا ہو گئی ہے؟ اور جنہوں نے غفلت، سُستی اور لاپرواہی کی وجہ سے چندہ کی ادائیگی کی کوشش نہیں کی تھی یا انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی کیا اُنہوں نے چندے ادا کر دیئے اور ہمارے کام کی مشکلات دور ہو گئیں؟ اگر تو ان جلسوں سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ جماعت کے ان لوگوں نے جنہوں نے ابھی تک وعدے ادا نہیں کیے تھے انہوں نے وعدے ادا کر دیئے ہیں تب تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جماعت کے اندر ہوشیاری اور بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اور اگر جلسے ہوئے اور ان میں تقریریں ہوئیں جیسا کہ مجھے کئی جماعتوں سے چٹھیاں وصول ہوئی ہیں کہ دھواں دھار اور شاندار تقریریں ہوئیں میں

نے تین گھنٹہ دھواں دھار تقریر کی اور فلاں نے اڑھائی گھنٹے تقریر کی لیکن اس کا نتیجہ کوئی نہیں نکلا تو یہ تقریریں میرے لیے خوشی کا پیغام نہیں لائیں۔ بلکہ رنج کا پیغام لائیں کہ جماعت کے لوگ اِس قدر سُست ہو گئے ہیں کہ انہیں دھواں دھار تقریریں بھی بیدار نہیں کر سکیں۔ یا ان تحریروں اور رپورٹوں کا میں یہ مطلب نکال سکتا ہوں کہ یہ محض حُسنِ ظنی ہے کہ تقریریں ہوئیں ورنہ نہ کوئی اڑھائی گھنٹہ تقریر ہوئی ہے اور نہ دھواں دھار اور شاندار تقریر ہوئی ہے۔ یونہی پھسپھسی اور بددِل کرنے والی باتیں کی گئیں ہیں۔ غرض میں صرف دو نتیجے نکال سکتا ہوں کہ یا تو دھواں دھار تقریریں نہیں کی گئیں صرف رپورٹوں کے کاغذوں کو سیاہ کیا گیا ہے۔ اور یا پھر یہ کہ جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں (جو تھوڑے بہت تو ہر جگہ ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے) اور ان کی اتنی تعداد ہوگئی ہے کہ ان کی کمزوری کی وجہ سے اب تحریک جدید کا چلنا قریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ اور یہ دونوں نتائج نہایت تکلیف دِہ ہیں۔

یہ کہہ دینا کہ جماعت کے سات، آٹھ فیصدی طبقہ میں سُستی پیدا ہوگئی ہے جو تحریک جدید میں جا کر پچاس ساٹھ فیصدی ہوگئی ہے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ تحریک جدید میں وعدہ کرنے والے سب مخلص نہیں بلکہ جماعت کا کمزور طبقہ محض دکھاوے کی خاطر اس میں وعدہ کر دیتا ہے۔ یہ کتنی خطرناک بات ہے۔ یا پھر یہ بات ہے کہ رپورٹ کرنے والوں نے سچائی سے کام نہیں لیا۔ تقریریں کرنے والے جلسہ میں آئے اور تقریریں کر کے چلے گئے اور چندہ کی وصولی یا وصولی کے معیّن وعدے نہیں لیے اور جماعت میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا نہیں ہوا۔ اِس قسم کے جلسوں کا بھلا فائدہ ہی کیا ہے۔ جو دھواں دھار تقریریں ہوا کرتی ہیں وہ دلوں کو ہلا دیتی ہیں اور اُن کے نتیجہ میں انسان اپنے اندر تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ یہ جلسے اِس لیے کیے گئے تھے کہ جن لوگوں نے سُستی اور غفلت کی وجہ سے ابھی تک وعدے ادا نہیں کیے اُنہیں کہا جائے کہ اگر تم اب وعدے ادا نہیں کرو گے تو کب کرو گے؟ اگر تم نے ابھی تک وعدہ نہیں کیا یا اس کی ادائیگی میں سُستی کی ہے تو اِس سے جماعت کو کیا؟ خواہ تم فاقہ کرو، تکلیف برداشت کرو اس وعدہ کو ادا کرو۔ جن کے پاس رقوم ہیں وہ ابھی ادا کر دیں اور جن کے پاس اب گنجائش نہیں وہ وعدہ کریں کہ جلد سے جلد کس دن ادا کر دیں گے۔ اگر اس طرح کیا گیا ہے تب تو جلسہ کا کوئی مطلب ہوا اور نہ خالی تقریریں کسی کام کی نہیں۔

بعض دفعہ تقریر کرنے والا سمجھتا ہے کہ اُس نے دھواں دھار تقریر کی ہے حالانکہ وہ دھواں دھار تقریر ہی کیا جس کے نتیجہ میں نہ کسی نے وعدہ کیا اور نہ کسی نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ وہ خالی دھواں ہوسکتا ہے جس کے تلے آگ نہیں۔ وہ محض مٹی اور غبار تھا جو اُڑا اور نہ جہاں آگ لگی ہو وہاں عشق کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ حقیقی دھواں ہو اور پھر اُس کے نیچے آگ نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ تمہارے اندر آگ ہو اور تمہارا ہمسایہ اُس سے کوئی اثر قبول نہ کرے۔ اگر تمہارے گھر کو آگ لگتی ہے تو اوّل تو تمہارے ہمسایہ کا گھر بھی جل جاتا ہے ورنہ وہ جُھلستا ضرور ہے۔ اِس طرح اگر تمہارے دل میں آگ لگی ہوئی ہے تو تمہارے ہمسایہ کے اندر بھی آگ لگ جائے گی۔ اگر آگ نہیں لگتی تو وہ بیتاب ضرور ہو جائے گا۔ پس اگر ان تقریروں کے نتیجہ میں سننے والوں کے اندر آگ نہیں لگی تو پھر یہ کس قسم کی دھواں دھار تقریریں تھیں؟ نہ تو وہاں دھواں نظر آتا ہے، نہ دھار نظر آتی ہے صرف زیبِ داستاں کے لیے رپورٹیں بھیج دی جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ ساری جماعتوں نے ایسا کیا ہے۔ ان رپورٹوں میں سے جو میرے پاس آئی ہیں بعض ایسی بھی ہیں جو بہت خوش کُن ہیں۔ جماعت کے دوستوں کو بُلا کر اُن پر زور دیا گیا ہے کہ وعدے ادا کرو اور اگر وعدے نہیں کیے تو اَب وعدے کرو اور یہ وعدے جلد ادا کرو۔ غرض ان سے معیّن صورت میں وعدے لیے گئے ہیں۔ لیکن نصف کے قریب رپورٹیں ایسی ہیں جن میں صرف قلم سے لکھ دیا گیا ہے کہ دھواں دھار تقریریں کی گئیں لیکن نہ اُن میں دھواں تھا اور نہ دھار تھی۔ ان کے نتیجہ میں نہ کسی نے وعدہ کیا اور نہ کسی نے وعدہ ادا کیا۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ جماعت کے دوستوں کو بلا کر اُن سے پوچھا جاتا کہ وہ وعدے کب ادا کریں گے؟ دس دن کے بعد ادا کریں گے یا پندرہ دن کے بعد ادا کریں گے؟ اور اگر وہ کہتے کہ ہمیں تکلیف ہے تو انہیں کہا جاتا تم نے یہ مشکل خود اپنے لیے پیدا کی ہے۔ اگر پہلے سے اس طرح توجہ کرتے تو یہ مشکل پیدا نہ ہوتی۔ اب اگر تم تکلیف میں پڑ گئے ہو تو اس کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی اس کی سزا سلسلہ کیوں بُھگتے؟ اگر ایسا کیا جاتا تو لازمی بات تھی کہ اس کا نتیجہ فوراً نکلتا۔ لیکن بعض لوگوں کی طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی تعریف آپ کرنا چاہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے وہ وہ دلائل دیئے ہیں، ہم نے وہ وہ باتیں کی ہیں کہ کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتیں اور اس طرح وہ اپنی تعریف کے پُل باندھ دیتے ہیں۔ لیکن وہ سب دلائل اور باتیں رطب ویابس ہوتی ہیں۔

بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ وہ دھواں دھار تقریریں کر ہی نہیں سکتیں۔ مولوی شیر علی صاحب بڑے مستعد اور کام کرنے والے آدمی تھے۔ وہ دن رات جاگتے اور سلسلہ کے کام سرانجام دیتے لیکن اُن کی طبیعت میں جوش نہیں تھا۔ ان میں پارہ والی کیفیّت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ میں نے کوئی ضروری مضمون لکھنا تھا لیکن میں بیمار ہو گیا۔ میں نے مولوی صاحب کو بُلایا اور کہا کہ آپ اِس اِس طرح ایک مضمون لکھیں اور جماعت کے اندر جوش پیدا کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مضمون لکھ دیا اور میں نے چھَپنے کے لیے بھی دے دیا لیکن وہ پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی کہ وہ جوش دلانے والا نہ تھا۔ البتہ ہر دسویں فقرہ کے بعد یہ لکھا ہوا ہوتا تھا "میں تمہیں زور سے کہتا ہوں"۔ پس بعض طبائع ایسی بھی ہوتی ہیں۔

لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ مفت میں تعریف کرانے اور انعام حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ کوئی ایک آدھ بات کریں گے اور کہہ دیں گے کہ میں نے دھواں دھار تقریر کی۔ دھوئیں سے تو رونا آتا ہے۔ کیا تمہاری تقریر سے سامعین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے؟ پھر آنکھوں سے پانی گرتا ہے کیا سامعین عرقِ ندامت سے بھیگ گئے تھے؟ اور اگر ایسا ہوتا اور سامعین کو کہہ دیا جاتا کہ وہ اب خواہ کوئی چیز بیچیں لیکن وعدہ کو ضرور ادا کریں اور پھر ایک حد تک وعدے ادا ہو جاتے تو ہم سمجھتے کہ تقریر دھواں دھار تھی۔ لیکن ان تقریروں کے نتیجہ میں نہ تو کسی کی آنکھوں میں آنسو آئے اور نہ کسی کو ندامت کی وجہ سے پسینہ آیا۔ جیسے لوگ ہنستے ہوئے آئے تھے ویسے ہی ہنستے ہوئے چلے گئے۔ نہ کسی نے جیب سے پیسہ نکالا اور نہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر دھواں دھار کیا ہوا؟ مفت میں تعریف حاصل کرنا کوئی چیز نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1] تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی ذمہ داری کارکنوں پر ہے کہ انہوں نے جماعت کے افراد کو صحیح رستہ پر لانے کی کوشش نہیں کی۔ جلسہ کی غرض یہ تھی کہ وہ لوگوں کو اُن کی غلطی کا احساس کرا دیتے اور انہیں نادم کرتے اور اس کے بعد وعدے وصول کرتے۔ اور اگر دس پندرہ فیصدی وعدے بھی ادا ہو جاتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کو نو ماہ تک ناراض کیا ہے۔ اگر وہ اسے جلدی خوش نہیں کرتے تو وعدے کا فائدہ ہی کیا تھا؟ اگر ان جلسوں سے ہمیں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ تقریریں دھواں بھی رکھتی تھیں

اور دھار بھی رکھتی تھیں لیکن ہوا یہ کہ جس طرح لوگ جیبیں بند لائے تھے اُسی طرح بند جیبیں لے کر وہ واپس چلے گئے۔ بعض جگہوں پر کارکن کھڑے ہوئے اور انہوں نے اچھل اچھل کر تقریر کر دی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہوا اس کا اکثر حصہ عبث ہوا۔ تم تبلیغ کرنے نہیں گئے تھے تم فرض شناسی کی طرف توجہ دلانے گئے تھے۔ تبلیغ میں تو بعض دفعہ سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور پھر کوئی نتیجہ نکلتا ہے لیکن فرض شناسی میں پندرہ سولہ منٹ کی دیر بھی نہیں لگتی۔ تم اگر کسی دہریہ کو کہو گے کہ نماز پڑھو تو وہ پہلے خدا تعالیٰ پر ایمان لائے گا، پھر رسولؐ پر ایمان لائے گا اور پھر نماز کا اسے پتا لگے گا۔ لیکن اگر تم کسی مسلمان بچہ کو کہو گے نماز پڑھو تو تم ایک دفعہ نصیحت کرو گے اور وہ عمل کرنے لگ جائے گا اور یا پھر تم اُس کو تھپڑ مارو گے کہ مسلمان بچے ہو کر نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تم نے احمدیوں سے وعدے پورے کروانے تھے یورپین، ہندوؤں، چینیوں، زرتشتیوں یا جاپانیوں سے وعدے پورے نہیں کروانے تھے۔ اگر تم نے یورپین، ہندوؤں، چینیوں، زرتشتیوں یا جاپانیوں سے وعدے پورے کروانے ہوتے تو پھر بیشک انتظار کی ضرورت تھی لیکن یہ جلسے تو تربیتی جلسے تھے۔ ان کا نتیجہ اُسی وقت نکل آنا چاہیے تھے۔ آخر جو احمدی کہلاتا ہے وہ ایک مکان کی اینٹ بن چکا ہے، وہ زنجیر کا ایک حصہ بن چکا ہے، اُس نے بیعت کرتے ہوئے وعدہ کیا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، میں دین کے لیے جان و مال اور عزت سب کچھ قربان کر دوں گا۔ اُس کا چندہ ادا نہ کرنا محض سُستی ہے اَور کچھ نہیں۔ چاہیے تھا کہ کہا جاتا نو ماہ تک تم نے سُستی کی ہے اب تم بیدار ہو جاؤ اور وعدہ ادا کر دو۔ اگر اَب ادائیگی میں تمہیں کوئی مشکل نظر آتی ہے تو اس کو برداشت کرو۔ سُستی اور غفلت کی سزا تمہیں بھگتنی چاہیے نہ کہ سلسلہ کو۔ یہ چیز تھی جو اُس جلسہ کی غرض تھی ورنہ محض دھواں دھار تقریروں سے جن کا کوئی اثر نہ ہو کیا بنتا ہے؟

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی رپورٹیں میرے پاس آئی ہیں ان میں سے اکثر محض زیبِ داستان کے لیے تھیں اور شاید اگلے ماہ مجھے جلسہ کی پھر ضرورت ہو گی۔ یہ جلسہ دھواں دھار تقریریں کرنے کے لیے نہیں ہو گا بلکہ اس جلسہ میں جماعت کے دوستوں کو کہا جائے گا کہ یا تو اتنی رقم یہاں رکھ دو اور یا دس پندرہ دن تک ادا کرنے کا وعدہ کرو۔ یہ دین کا کام ہے جو باقی سب کاموں پر مقدم ہے۔ اور اگر آپ لوگوں کو ادائیگی میں کوئی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے تو وہ تکلیف تمہیں برداشت کرنی پڑے گی۔ تحریک جدید کے وعدوں کو ادا کرنے کے ذرائع بھی بتائے گئے ہیں

کہ اِس اِس طرح زندگی بسر کرو۔ تو اتنی گنجائش اخراجات سے نکل آئے گی کہ آپ وعدہ ادا کر سکیں گے۔ بیشک بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اتنا وعدہ کیا ہے کہ وہ اب اُسے ادا نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگ سات آٹھ ہزار وعدہ کرنے والوں میں سے سوڈیڑھ سو ہوں گے۔ بیشک ان لوگوں نے اتنی رقم کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ادا نہیں کر سکتے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ ان میں سے بھی دس بارہ فیصدی لوگوں نے سُستی کی ہوگی ورنہ اکثر لوگوں نے وعدے ادا کر دیئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ ہمیشہ زیادہ وعدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں وقت کے اندر ادا کرنے کی توفیق بھی دے دیتا ہے۔ زیادہ تر نادہندگان اُن میں سے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اپنی حیثیت سے کم وعدے کیے ہیں کیونکہ ایک بدی دوسری بدی پیدا کرتی ہے۔ جب انسان پوری قربانی نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس میں زور اور طاقت پیدا نہیں کرتے۔ استثنا ہر جگہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی حیثیت سے کم وعدے کیے ہیں ان لوگوں میں سے بھی بعض نے وعدے پورے کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے وعدے پورے نہیں کیے۔ اس طرح جن لوگوں نے اپنی حیثیت سے زیادہ وعدے کیے ہیں ان میں سے بھی بعض نے وعدے پورے کیے ہیں اور بعض نے ابھی وعدے پورے نہیں کیے۔ لیکن اگر اصولی طور پر دیکھا جائے تو جن لوگوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر وعدے کیے ہیں اُن میں سے نوّے فیصدی نے وعدے ادا کر دیئے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنی حیثیت سے کم وعدے کیے ہیں اُن میں سے پچاس فیصدی ایسے ہوں گے جنہوں نے ابھی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہ اس لیے ہے کہ جو لوگ اپنی حیثیت سے زیادہ وعدہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے فرشتے اُن کی مدد کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک ناممکن کام کر رہے ہیں۔ لیکن حیثیت سے کم وعدہ کرنے والے اس مدد سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ ممکن کام بھی نہیں کر رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگلے ماہ مجھے دوبارہ جلسہ کروانا پڑے گا، تا وہ جلسہ کام کا جلسہ ہو۔ اُس میں صرف دھواں دھار تقریریں نہ ہوں۔ ربوہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ دھواں دھار تقریروں پر ہی بس کر دی گئی ہے۔ بیشک میری بھی تقریر ہوئی ہے اور اُس کی بناء پر کچھ وعدے کیے گئے ہیں لیکن ہر ایک شخص کا کام الگ الگ ہوتا ہے۔ خلیفہ کا یہ کام نہیں کہ وہ گھر گھر جائے اور وعدے لے۔ اور وہ سب دنیا کے پاس جا بھی کس طرح سکتا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ گروپ بنائے جاتے اور خدام کو اِس کام پر لگا کر

تمام لوگوں کی لسٹیں بنائی جاتیں اور کہا جاتا کہ تمہارا اِس سال کا اِتنا وعدہ تھا نو ماہ تم نے سُستی سے کام لیا ہے، اب اسے ادا کر دو ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اِس طرح جن لوگوں نے وعدہ نہیں کیا اُن سے وعدے لیتے اور اُن سے جلد وصولی کا انتظام کرتے تا روپیہ آتا اور مشکل دور ہوتی۔

اس ماہ دفتر کے کارکنوں کو گزارہ نہیں ملا۔ وہ کیا کریں گے؟ کیا یہ کہہ دیا جائے گا کہ گوجرانوالہ کی ایک دھواں دھار تقریر ایک محکمہ کو دے دی جائے اور اُن کو کہا جائے کہ وہ اُسے آپس میں تقسیم کر لیں، لاہور کی دھواں دھار تقریر دوسرے محکمہ کو دے دی جائے کہ وہ آپس میں تقسیم کرلیں، راولپنڈی کی دھواں دھار تقریر تیسرے محکمہ کو دے دی جائے کہ وہ آپس میں تقسیم کر لیں۔ جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟ پہلے یہ گناہ کیا کہ وعدہ ادا نہیں کیا اور اب مزید جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ ہم نے دھواں دھار تقریریں کر دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توجہ سے کام نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے بعض رپورٹیں خوش کُن ہیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا ہے کہ یا تو وعدہ ادا کر کے جاؤ یا یہ بتاؤ کہ کس دن ادا کرو گے۔ حتّٰی کہ بعض مہاجرین کی جماعتیں ہیں اُنہوں نے اِس رنگ میں کام کیا ہے اور اُن کی کوشش کے نتیجہ میں لوگوں نے وعدے ادا کیے ہیں۔ اور جن لوگوں نے وعدے ادا نہیں کیے انہوں نے ایک معیّن وقت کے بعد ادائیگی کا وعدہ کیا ہے۔

پس جماعت کو چاہیے کہ وہ جس کام کے لیے کھڑی ہوئی ہے وہ اُس کے رنگ کو بھی اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔2 اللہ تعالیٰ کے صبغہ کو اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کے صبغہ سے اچھا کونسا صبغہ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا رنگ جمانے سے بہتر اَور کوئی چیز نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا رنگ یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ کر دیتا ہے۔ اس لیے تم خدا تعالیٰ کا رنگ جمانے کی کوشش کرو۔ کیا تم نے خدا تعالیٰ میں بھی کبھی سُستی دیکھی ہے۔

لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی مسافر گھبرایا ہوا ریلوے اسٹیشن پر پہنچا اور وہ اسٹیشن ماسٹر کو کہنے لگا بابو جی! ''تین بجے والی گڈّی کیہڑے ویلے جاندی اے''؟ اسٹیشن ماسٹر بھی مذاق تھا۔ اُس نے کہا ''تین بجے والی گڈّی دو وَج کے سٹھ منٹ تے جاندی ہے''۔ وہ مسافر کہنے لگا ''ایہہ بڑی خرابی اے کدے گڈّی کسے ویلے جاندی ہے تے کدے گڈّی کسے ویلے جاندی اے''۔ اُسے حساب نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھنے لگا کہ یہ اَور وقت ہے اور وہ اَور وقت ہے۔ مگر یہ مذاق اِس لیے بنا ہے کہ ریلیں دیر سے

آتی جاتی ہیں۔لیکن کبھی کسی نے یہ بھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا سورج کبھی ایک سیکنڈ پہلے یا بعد میں چڑھا ہو؟ کروڑہا سال پہلے سورج جس وقت نکلتا تھا اُسی وقت اب بھی نکلتا ہے لیکن ہماری الارم کی گھڑیاں کبھی پہلے الارم دے دیتی ہیں اور کبھی بعد میں۔ میں جنگ کے بعد سے اِس وقت تک پانچ گھڑیاں منگوا چکا ہوں وہ سب روزانہ پندرہ، بیس منٹ سُست (Slow) ہو جاتی تھیں۔ جو گھڑیاں میرے پاس بطور تحفہ آتی ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے۔ پتا نہیں لوگ کیسے گزارہ کر لیتے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ میرا گھڑیوں پر رُعب پڑ جاتا ہے اور وہ سب پندرہ، بیس منٹ سُست ہو جاتی ہیں۔ یہ گھڑیوں کا حال ہے۔ ریلوں کا حال میں نے پہلے بتایا ہے۔غرض جو کام بھی انسان کرتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ دیر لگ جاتی ہے لیکن کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کا چاند کبھی ایک سیکنڈ پیچھے چڑھا ہو؟ نہ چاند کبھی اپنے وقت مقررہ سے پیچھے نکلا ہے، نہ سورج اپنے وقت مقررہ سے پیچھے نکلا ہے اور نہ ستارے کبھی پیچھے نکلے ہیں، نہ زمین اپنی چال میں سُست ہوئی ہے اور نہ باقی سیارے سُست ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے رات کے لیے جو وقت مقرر کیا ہے کہ یہ فلاں وقت آئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک رات اُسی وقت آتی ہے، سورج کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہے کہ گرمیوں میں فلاں وقت سورج نکلے اور سردیوں میں فلاں وقت نکلے سورج حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اَب تک اُسی وقت نکلتا چلا آ رہا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔تم خدا تعالیٰ کا رنگ اختیار کرو اور دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے مقررہ قانون پر چل رہا ہے۔لوگ مثال دیتے ہیں کہ تُسی کلاک وانگو چلو۔ یہاں تو کلاک بھی سُست ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز سیکنڈ کا ہزارواں حصہ بھی کبھی لیٹ نہیں ہوئی۔ بیشک بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے لیے خدا تعالیٰ نے کوئی معیّن وقت مقرر نہیں کیا لیکن خدا تعالیٰ نے اُن کے لیے بعض موسم (Season) مقرر کر دیئے ہیں۔ مثلاً بارش کے لیے یہ نہیں کہا گیا کہ وہ سات ساون کو ہوگی یا سات بھادوں کو ہوگی بلکہ یہ کہہ دیا گیا کہ ہاڑھ سے لے کر بھادوں تک بارش کا موسم ہوگا۔اس دوران میں کبھی زیادہ بارش ہوگی اور کبھی کم۔ لیکن یہ نہیں کہ بارش کا موسم اِن مہینوں سے دوسرے مہینوں میں تبدیل ہو جائے۔ نہ یہ وقت کبھی زیادہ ہوا ہے اور نہ کم ہوا ہے۔ گویا جن چیزوں کے لیے خدا تعالیٰ نے وقت کی تعیین کر دی ہے

وہ اپنے وقت مقررہ پر چل رہی ہیں اور جن چیزوں کے لیے وقت کی تعیین نہیں کی وہ غیر معیّن دائرہ میں چل رہی ہیں۔ سردیوں کے لیے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ وہ تین نومبر کو شروع ہوں گی یا تین دسمبر کو شروع ہوں گی بلکہ ان کے لیے نومبر، دسمبر، جنوری اور فروری کے مہینے مقرر کیے گئے ہیں۔ اب یہ نہیں ہوگا کہ سردی ان مہینوں کی بجائے مارچ، اپریل اور مئی میں چلی جائے۔ اسی طرح گرمیوں کے لیے مئی، جون جولائی کے مہینے مقرر کیے گئے ہیں۔ اس کے لیے یہ تعیین نہیں کی گئی کہ گرمی 10 مئی سے شروع ہوگی یا 10 جون سے شروع ہوگی لیکن یہ ضرور ہے کہ گرمی مئی اور جون جولائی میں ہی آئے گی۔ یہی قانون ہے جو پورا ہو رہا ہے کہ یہ گرمی کے مہینے ہیں اور یہ سردی کے مہینے ہیں اور یہ موسم ان مہینوں سے آگے پیچھے نہیں ہوں گے۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ اس دوران میں کبھی سردی یا گرمی زیادہ پڑنے لگے اور کبھی کم۔ یہ نہیں کہ سردی گرمی کے مہینوں میں آجائے اور گرمی سردی کے مہینوں میں آجائے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً خدا کے رنگ کو اختیار کرو۔ اور خدا تعالیٰ کا رنگ یہ ہے کہ وہ جو کہتا ہے اسے پورا کرتا ہے اور اسے کر کے چھوڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں ؎

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے[3]

تم کہو گے کہ ہم خدا نہیں ہیں لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم انعام پانا چاہتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ جیسا بننا پڑے گا۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔ تم بیشک خدا نہیں لیکن تمہیں انعام پانے کے لیے خدا تعالیٰ کا رنگ اپنے اوپر جمانا پڑے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم خدا تعالیٰ کی برکات حاصل کرو، اس کے انعام پاؤ اور اس کے فضلوں سے حصہ لو تو بعض امور میں جو خدا تعالیٰ کے رسول نے بتائے ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے یا گزشتہ انبیاء نے اُن کو بیان کیا ہے یا علم اور عقل سے ہم انہیں معلوم کرتے ہیں ان میں ہمیں خدا تعالیٰ جیسا بننا پڑے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ جیسا نہیں بنو گے تو لازماً شیطان جیسے بنو گے۔ تمہیں خدا تعالیٰ کا رنگ چڑھانا پڑے گا تبھی تم اس کے برکات اور افضال کے وارث بن سکتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا رنگ یہ ہے کہ جو کہو اُسے پورا کرو۔

تحریک جدید کے جلسوں کی غرض یہ تھی کہ وعدوں کی ادائیگی میں جن لوگوں سے غفلت ہوئی ہے انہیں کہا جائے کہ وعدے پورے کرو۔ نہ یہ کہ دھواں دھار تقریریں کرو، عملی طور پر کچھ نہ کرو

وعدوں اور چندوں کو دھویں میں اُڑا دو۔ بلکہ ان جلسوں کی غرض یہ تھی کہ وعدے وصول کرو۔ اور جو کہتے ہیں کہ اَب وعدہ ادا کرنا مشکل ہے انہیں کہو کہ اِس میں سلسلہ کا کیا قصور ہے؟ یہ مشکل تم نے خود اپنے لیے پیدا کی ہے۔ تم نے وعدہ وقت پر ادا نہیں کیا۔ اب اس کی سزا خود بُھگتو، استغفار کرو اور قربانی کر کے وعدوں کو ادا کرو۔ لیکن 2 ستمبر کے جلسوں کے نتیجہ میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ صرف بعض خطوط آ گئے ہیں جو میں نے تحریک جدید کو بھجوا دیئے ہیں کہ مبارک ہو تمہارا کام ہو گیا۔

تقریریں کرنے والوں اور رپورٹیں لکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ آیا محض تقریروں اور کاغذ سیاہ کر دینے سے کچھ بنتا ہے؟ کیا یہ خدا تعالیٰ کا منشا ہے؟ خدا تعالیٰ کا منشا تو یہ ہے کہ ایک دفعہ منہ سے کہہ دو اُسے پورا کرو۔ خدا تعالیٰ جو کہتا ہے وہی کرتا ہے خواہ ہزاروں آدمی مر جائیں اس کی پروا نہیں۔ چنانچہ دیکھ لو خدا تعالیٰ کا نبی جب دنیا میں آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے خدا نے کہا ہے یوں ہوگا تو خواہ لاکھوں آدمی مریں، ہوگا وہی جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے یعنی اُس کا نبی ہی جیتے گا۔ یہی رنگ ہے جو خدا تعالیٰ کا ہے یعنی جو وہ کہتا ہے اس سے پھرتا نہیں لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ۔[4] جب خدا تعالیٰ کسی چیز کے لیے جگہ یا وقت کی تعیین کرتا ہے تو وہ اُس کے خلاف نہیں کرتا۔

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

یہی مومن کا کام ہونا چاہیے کہ وہ جو کہے اُسے پورا کرے۔ دین پر مصیبت نہیں آنی چاہیے۔ ایسا کرنے میں تم پر تکلیف ضرور آئے گی کیونکہ ہمارا ملک غریب ہے، ہماری قوم غریب ہے اور ہمارے گزارے معمولی ہیں۔ دشمن ہنستا ہے لیکن ہمارا ایک منافق جو کام کر سکتا ہے دوسرے مسلمان وہ کام نہیں کر سکتے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ۔ اُن میں بھی بعض اچھے لوگ ہیں لیکن اکثر حصہ اُن میں صرف نعرے مارنے والوں کا ہے۔ جو لوگ کام کرنے والے ہوتے ہیں وہ نعرے نہیں لگایا کرتے۔ مجموعی طور پر جس نسبت سے ہماری جماعت قربانی کر رہی ہے کسی دوسری قوم میں یہ قربانی نہیں پائی جاتی۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ جس حد تک تمہاری قربانی پہنچ چکی ہے اُس سے آگے بڑھنا ضروری نہیں۔ خدا تعالیٰ اگر تمہیں دوسروں سے شیر جتنا بلند کرنا چاہتا ہے تو ایک بلی یا اُس سے کچھ اوپر نکلنے سے وہ خوش نہیں ہوگا۔ اگر وہ تمہیں شیر جتنا بلند کرنا چاہتا ہے تو ایک بلی جتنا بلند ہونے سے کیا بنے گا؟ دوسروں سے زیادہ قربانی کرنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ قربانی کی جائے جس سے اسلام دوبارہ کھڑا ہو جائے۔

اگر تم اس سے دھاگا بھر بھی نیچے رہو گے تو تم اپنے ہاتھوں سے اس مشن کو کمزور کر دو گے جس کے لیے خدا تعالیٰ نے تمہیں کھڑا کیا ہے"۔ (الفضل 16 ستمبر 1951ء)

1: الصف:2

2: البقرة:139

3: درثمین اردو۔ زیرِ عنوان متفرق اشعار۔ صفحہ 150 مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی 1962ء

4: الزمر:21